فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاءً بما کانوا یعملون

پس کوئی نہیں جانتا کہ ان کے اعمال کی جزا میں کیا آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی گئی ہے

(السجدہ)

رسالہ

قرۃ العین

حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ

کے فاتحہ کے جلسے کی تقریب سے جو مسجد چوک حیدرآباد دکن میں ہوا

خاکپائے حضرات نقشبندیہ محمد حبیب الرحمن خاں شروانی المخاطب بہ صدر یار جنگ صدر الصدور

ممالک محروسہ سرکار عالی نے لکھا

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء طبع ہوا

(بار دوم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ اللذین امنوا وکانوا یتقون ۝ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ لا تبدیل لکلمات اللہ ذٰلک ھو الفوز العظیم (سورہ یونس ع ۷)

ترجمہ - سن رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے ان کو اور نہ غم کرتے ہیں - ان کو بشارت ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدلتی نہیں یہی ہے بڑی کامیابی -

ولی کس کو کہتے ہیں یہ بھی سن لو -

روی الطبری سئل رسول اللہ
امام طبری نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم عن اولیاءِ
اللہ فقال ھم الذین اذا رؤا
ذکر اللہ قال بن عباس ھم
الذین یذکر اللہ لرؤیتھم اصل
الولی من الولایة وھو القرب و
النصرة فولی اللہ ھو الذی یتقرب
الی اللہ بکل ما افترض علیہ
ویکون مشتغلاً باللہ مستغرق
القلب فی معرفة نور جلال اللہ
فان رای رای دلائل قدرة
اللہ وان سمع سمع ایات اللہ
وان نطق نطق بالثناء علی اللہ
وان تحرک تحرک فی طاعة اللہِ
وان اجتھد اجتھد فیما یقربہ
الی اللہ لا یفتر عن ذکر اللہ ولا

صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا
کہ اولیاء اللہ کون ہیں آپ نے فرمایا وہ
لوگ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے حضرت
ابن عباس نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ وہ
لوگ ہیں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔
ولی مشتق ہے ولایت سے ولایت کے معنی ہیں
قرب کے اور مدد کرنے کے لہٰذا ولی اللہ وہ ہے جو
خدا سے قریب ہو جائے اپنے فرائض کو ادا کر کے
اور اللہ کی یاد میں مشغول ہو اس کا دل جلال
الٰہی کے نور کی معرفت میں ڈوبا ہوا ہو۔ اگر
وہ آنکھ کھولے تو دلائل قدرت دیکھے اگر کان
کھولے تو آیات الٰہی سنے۔ زبان کھولے تو ثنائے الٰہی کرے اگر
حرکت کرے تو اطاعت الٰہی میں اور اگر کوشش کرے
تو خدا کا قرب حاصل کرنے کی۔ خدا کی یاد سے
کبھی غافل نہ ہو اور سوائے اللہ کے اس کا

یری بقلبه غیر اللہ فهذہ صفة اولیاء اللہ واذا کان العبد کذالک کان اللہ ولیه وناصرہ ومعینه قال اللہ تعالیٰ اللہ ولی للذین اٰمنوا التقویٰ ان یتقی العبد کل ما نہی اللہ عنه۔

دل کسی کو نہ دیکھے۔ یہ ہیں اوصاف اولیاء اللہ کے اور جو بندہ ان صفات کو حاصل کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا کارساز مددگار اور معین بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ اُن لوگوں کا کارساز ہے جو مومن ہیں۔ تقویٰ یہ ہے کہ جو باتیں منع ہیں ان کو نہ کرے۔

(تفسیر لباب التاویل)

اب ہم پر لازم ہے کہ اگر کسی بزرگ میں اوصاف بالا پائیں تو اس کی ولایت کے قائل ہوں ورنہ نہیں۔ اگر کسی شخص میں یہ صفتیں نہ ہوں اور ہم اُس کی ولایت کے قائل ہو جائیں تو ہم خلاف کریں گے ارشادِ الٰہی اور کلام نبوی کے۔ ایمان اور تقوی کا کمال حالات ذیل میں دیکھو:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات

حضرت کا نام شیخ احمد ہے۔ وطن سرہند شریف۔ ملک پنجاب۔ نسب فاروقی شیخ شہاب الدین علی ملقب بہ فرخ شاہ کابلی پندرھویں پشت میں آپ کے جد تھے، ان کا سلسلۂ نسب بارھویں پشت میں حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما

سے ملتا ہے۔ شہاب الدین علی شاہان کابل کے بڑے امراء میں سے تھے ہندوستان میں آکر آباد ہوئے۔ اس لئے ان کا قبیلہ کابلی کہلایا۔ حضرت شیخ المشائخ خواجہ فریدالدین گنج شکر ان ہی کی اولاد میں ہیں۔

میر غلام علی آزاد نے سبحۃ المرجان میں حضرت امام ربّانی کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے:

سحاب ھاطل روی العرب والعجم اقطارہ نیر اعظم بلغ المشارق والمغارب انوارہ ملاء من فیضہ السموات والارضین وصلت سلسلۃ من الھند الی ماوراء النھر والروم والشام والعرب	ایک ابر باراں ہیں جس کی بارش نے عرب وعجم کو سیراب کر دیا اور ایک خورشید تاباں ہیں جس کے انوار مشرق اور مغرب پر چھاگئے آپ کے فیض سے آسمان اور زمین بھر گئی آپ کا سلسلہ ہندوستان سے ماوراء النہر روم شام اور عرب تک پہونچ گیا۔

آپ کے والد ماجد کا نام خواجہ عبدالاحد ہے۔ خواجہ صاحب علوم ظاہری میں فارغ التحصیل تھے۔ ہمیشہ تدریس ظاہری و باطنی میں مصروف رہتے تھے مطالعۂ کتب بھی جاری رہتا۔ تصوّف کی مشہور کتابوں پر (مثلاً تعرف۔ عوارف المعارف۔ فصوص الحکم) پورا عبور تھا۔ فقہ اور اصول فقہ میں خصوصاً مہارت

تام حاصل تھی۔ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ العزیز سے طریقہ چشتیہ میں بیعت تھی۔ چوں کہ بیعت کے وقت تک علوم ظاہری کی تکمیل نہیں ہوئی تھی اس لئے شیخ کے حکم کے مطابق صحبت سے جدا ہو کر تکمیل تحصیل کے لئے جانا پڑا۔ حضرت شیخ نے اس وقت فرمایا تھا "درویشی بے علم را چنداں نمکے نیست"۔ اس بارہ میں حضرت شیخ کے صاحبزادہ شیخ رکن الدین قدس سرہٗ کا مقولہ ہے "بریں نسبت خانوادۂ ماست کہ فرزنداں را بکمالاتِ صوری آراستہ سازند و آں گاہ بمجاہدات و ریاضات انداختہ بپایۂ قطبیت سانند"۔ تحصیل علم کے بعد خواجہ صاحب پھر حاضر آستانۂ مرشدی ہوئے اس وقت حضرت شیخ رحلت فرما چکے تھے۔ صاحبزادہ کی خدمت میں رہ کر طریقۂ چشتیہ قادریہ کی خلافت حاصل کی۔ یہی حضرت شیخ کی وصیت تھی۔ طریقۂ قادریہ حضرت شاہ کمال کیتھلی سے بھی حاصل کیا۔ حضرت امام ربانی نے فرمایا ہے کہ سلسلۂ قادریہ میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے بعد شیخ کمال کے مرتبہ کے مشائخ خال خال نظر آتے ہیں۔ خواجہ عبد الاحد صاحب نے ۱۰۰۷ھ میں قریباً اسّی برس کے سن میں انتقال فرمایا۔ قدس سرہٗ العزیز "شیخ زمن" ۔ تاریخ وصال ہے۔

۱۰۰۷ھ

حضرت امام ربانی خواجہ صاحب کے چوتھے فرزند تھے ۱۰۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت "خاشع" ہے! ابتدائے عمر میں قرآن مجید
۹۷۱
حفظ کیا۔

علوم ظاہری کی تحصیل اپنے والد ماجد سے فرمائی معقول کی کتابیں نہایت تحقیق کے ساتھ مولانا کمال الدین کشمیری سے سیالکوٹ جاکر پڑھیں اصول کی کتاب عضدی بھی اُن ہی سے پڑھی۔ ملّا عبدالحکیم سیال کوٹی بھی مولانا کمال کے شاگرد تھے۔ حدیث کی بعض کتابیں شیخ یعقوب کشمیری سے پڑھیں حدیث الرحمون یرحمہم الرحمٰن مسلسل بالاولیت کی سند نیز فن تفسیر و حدیث کی سند قاضی بہلول سے حاصل کی۔ قاضی صاحب شاگرد تھے شیخ عبدالرحمٰن محدّث کے جن کا گھرانہ حرمین محترمین میں حدیث کے واسطے مستند تھا رحمہم اللہ تعالیٰ۔ حضرت امام ربّانی علوم ظاہری کی تحصیل سے سترّہ برس کے سِن میں فارغ ہوگئے تھے۔ بعد ختم تحصیل عرصہ تک درس دیا اسی زمانہ میں ابوالفضل اور فیضی سے ملاقاتیں رہیں اور انھوں نے آپ کے علم و فضل کو مانا۔ متعدد رسالے عربی فارسی میں تصنیف فرمائے۔ بالآخر سلوک کی جانب متوجہ ہوئے چشتیہ اور قادریہ سلسلہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت کی اور مجاہدہ فرمایا۔ طریقۂ قادریہ

شاہ سکندر سے بھی حاصل کیا۔ جو سجادہ نشین تھے حضرت شاہ کمال کے شاہ صاحب نے خرقۂ خلافت بھی حسب وصیت اپنے شیخ کے لاکر حضرت امام ربانی کو دیا۔ حضرت اپنے والد کی رحلت کے بعد دہلی تشریف لے گئے اور وہاں حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ عنہ کے کمالات کی شہرت سُن کر حاضر خدمت ہوئے۔ خواجہ صاحب نے بہت شفقت فرمائی اور چندے حاضر خدمت رہنے کی فرمائش قبول فرما کر شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ عرصۂ قلیل میں آثار فیوض خاص کثرت سے نمایاں ہوئے اور مراتب سلوک بہت سرعت سے طے کئے۔ لکھا ہے کہ ڈھائی مہینے میں سلوک طے کیا تھا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ سرعت سیر نتیجہ ہے محبوب و مراد ہونے کا۔ نیز حضرت امام ربانی کی شان میں کثیر العلم و قوی العمل فرمایا ہے۔ بالآخر تعلیم و تربیت کے بعد خرقۂ اجازت عطا فرما کر سرہند کی واپسی کی اجازت فرمائی۔ حضرت سرہند شریف پہونچ کر طالبانِ حق کی تربیت میں مصروف ہوئے۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ فیض تربیت سے ایک گروہ کثیر اہل اللہ کا کامیاب ہوا اس کے بعد پھر آپ اپنے پیر و مرشد کے آستانہ پر تشریف لائے اور فیوض تعلیم و تربیت حاصل کئے۔ یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ باوجود اس کمال کے پیر کا ادب اور پاس و لحاظ سب سے

زیادہ آپ ہی کو تھا - ایک روز حضرت خواجہ صاحب نے آپ کے بلانے کو
آدمی بھیجا - پیامرساں کا بیان ہے کہ پیام سُن کر آپ کا چہرہ فق ہو گیا -
بدن کانپنے لگا - اُسی زمانہ میں خواجہ صاحب نے اپنے یہاں کے تمام طالبان
حق کی جماعت آپ کے سپرد فرمادی اور خود تعلیم و تربیت سے کنارہ کش ہو گئے
فرمایا کہ یہ تخم ہم بخارا و سمرقند سے لائے تھے - ہندوستان میں لاکر لگادیا - تین مرتبہ حضرت
امام ربانی پیر بزرگوار کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تھے - حاضری کے بعد جب الامر
لاہور تشریف لے گئے - راوی ندی کے کنارے پر بھی چشمہ فیض رواں ہوا - اور
تشنہ لبانِ طلب رشحاتِ کرم سے سیراب ہوئے - یہیں حضرت خواجہ صاحب کے وصال کی خبر
پہونچی اور صحبت درہم برہم ہو گئی - حضرت دہلی تشریف لے گئے - وہاں
پسماندوں کی تسکین فرمائی اور سلسلۂ ارشاد کو رونق تازہ بخشی - کچھ عرصہ کے
بعد سرہند تشریف لے آئے - معمول تھا کہ جمادی الآخر کے مہینے میں (جو حضرت
خواجہ صاحب کی رحلت کا مہینہ ہے) دہلی تشریف لے جاتے - اور مزار پُرانوار
پر حاضر ہوتے - نقشبندی طریقہ کے سوا آپ قادری اور چشتی طریقت میں بیعت
لیتے تھے اور ان سلسلوں کی تعلیم فرماتے - جب اُن طالبین کی طرف توجہ
ہوتی تو نقشبندی طریقے کے طالبین کیفیتِ قبض محسوس کرتے - اس کے اظہار

کے جواب میں ارشاد ہوتا کہ ہم فلاں طالبین کی جانب متوجہ تھے۔

آخر عمر میں حضرت امام ربانی کے مراتب عالیہ کا بیان بعض علمائے ظاہر کی فہم سے ماوراء ثابت ہوا۔ معاملہ بادشاہ وقت جہاں گیر کے دربار تک پہونچایا گیا۔ شاہجہاں کو حضرت سے دلی عقیدت تھی۔ انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ مسائل تو حضرت کے بیان سے صاف ہو جائیں گے مگر سجدۂ تعظیمی نہ کرنے سے قصہ پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے جب حضرت دربار میں طلب ہوئے تو شاہجہاں نے راستہ میں فاضل خاں اور مفتی خواجہ عبدالرحمٰن کو بعض فقہ کی کتابیں دے کر بھیجا تاکہ اُن کتابوں کی سند سے یہ بیان کریں کہ سجدۂ تحیت کا بادشاہوں کے لئے جواز کتب مذکور میں درج ہے آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ عزیمت کے خلاف ہے۔ چنانچہ آپ نے سجدہ نہیں کیا۔ بادشاہ نے اعتراض پیش کئے آپ نے جواب شافی ارشاد فرمائے۔ موقع پا کر کسی اہل غرض نے یہ کہہ کر بادشاہ کا مزاج برہم کر دیا کہ شیخ نے بادشاہ کی تعظیم نہیں کی اس پر بادشاہ نے بگڑ کر قید کا حکم دے دیا۔ چنانچہ تین سال تک آپ گوالیار کے قلعہ میں محبوس رہے لذتِ حبس کے متعلق ارشاد آگے آئے گا۔ تین برس کے بعد قید سے نکال کر اپنے لشکر کے ساتھ رکھا۔ جہاں شاہی لشکر جاتا آپ بھی تشریف لے جاتے

اس طرح مختلف مقامات کی مخلوق کو فیوض گرامی سے فیضیاب ہونے کا موقع مل گیا۔ اسی دوران میں اجمیر شریف بھی تشریف لے گئے۔ آستانۂ معلّیٰ پر مراقبہ فرمایا۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے توجہاتِ عالیہ سے سربلند فرمایا۔ اسی زمانے میں قبر شریف کا غلاف بدلا گیا تو خدام نے حضرت امام ربّانی کو لاکر دیا آپ نے فرمایا کہ یہ خواجہ صاحب کی طرف سے خلعت ہے میرا کفن اسی چادر سے دیا جائے۔ آخر کار جہانگیر نے حضرت کو سرہند شریف کے قیام کی اجازت دے دی اور آپ وطن مالوف میں رونق افروز ہوئے۔ مراجعت وطن کے بعد زمانہ خلوت گزینی اور زاویہ نشینی میں گزرا۔ صرف نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ ادا فرمانے باہر تشریف لاتے۔ خلوت گاہ میں صرف صاحبزادگان والا تبار اور خاص خاص احباب باریاب ہوتے۔ اسی صحبت میں ایک بزرگ کا مقولہ ایک روز ارشاد فرمایا "چوں بوعلی وقّاق رامجلس عالی شد مجلسِ او از خلق خالی شد" اس زمانے میں جو تحریریں دوستوں کو لکھی ہیں اُن میں عمر کے اختتام کی بابتہ ایما فرمایا ہے ۲۸ صفر المظفر روز سہ شنبہ کو ۱۰۳۴ھ میں رحلت فرمائی رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا۔ رفیع المراتب تاریخ وفات ہے۔ ۶۳ برس کی عمر ہوئی۔ یہ قدرتی اتباع سنّت تھا۔ وصیّت اخیر یہ تھی سنت را بدنداں خواہند گرفت

علومِ مراتب

حضرت نے جو مقاماتِ عالیہ سلوک میں طے فرمائے اُن کی حقیقت اور شان سے وہی بزرگ آگاہ ہو سکتے ہیں جو فہم بصیرت کا نور رکھتے ہوں جو کتابیں حضرت کے حالات میں لکھی گئی ہیں نیز خود آپ کی تصانیف میں ان کا ذکر و بیان ہے۔ اس تین سو برس سے زیادہ زمانہ میں طریقۂ مجددیہ نقشبندیہ نے جو فیوض و برکات عالم کو پہونچائے ہیں۔ اور جو اولوالعزم اور بلند مرتبہ اولیاء کرام اس سلسلہ میں ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں وہ مجسّم شہادت ہیں حضرت امام ربّانی کے کمالاتِ عالیہ کی۔ آپ مجدد الف ثانی تھے یعنی ایک ہزار سال کے گزر جانے پر تجدید دین و سنّت کی خدمت ادا کرنا آپ کے سپرد تھا۔ اگلی امتوں میں ایک ہزار برس کے بعد اولوالعزم رسول پیدا ہوتے تھے۔ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد رسول یا نبی نہیں آ سکتے۔ اس لئے حدیث شریف میں ہے کہ اس مدت میں ہر سو برس کے بعد مجدّد پیدا ہوگا جو گزشتہ سو سال کی بدعات کو دور کر کے دین کی اصلی حالت نمایاں کرے گا۔ حضرت امام ربانی الہام کی رو سے مجدد الف ثانی مقرر ہوئے اور اس کے اعلان پر مامور۔ علمائے ظاہر میں سب سے اول ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی نے آپ کو مجدد الف ثانی لکھا۔ یہی شان مراتب بلند

کی باعث ہوئی۔ آپ قطب ارشاد تھے، قطب افراد تھے اور مراد محبوب۔ اسی لئے آپ کثیر العلم اور قوی العمل تھے۔ اسی قوت خدا داد نے ڈھائی مہینے میں مراتب سلوک طے کرائے۔

اتباعِ سنّت اور ارشادات

حضرات نقشبندیہ کے طریقے کا اصل اصول اتباعِ سنّت ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ العزیز نے ابتداء عمر میں خواب دیکھا تھا۔ کہ خانۂ کعبہ کے چراغ کی روشنی انھوں نے تیز فرما دی تھی ایک کامل نے تعبیر کہی کہ اس سے مراد طریقت و سنّت کی رونق تازہ ہے۔ اس طریقہ میں مدارِ سلوک اتباع سنت پر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربّانی نہایت عزم و قوت کے ساتھ سنت کی پیروی فرماتے تھے۔ ارشاد تھا کہ کوئی فضیلت حضرت رسالت مآب علیہ افضل التسلیمات والصّلوٰات کے اتباع سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اگرچہ صرف صوری مشابہت ہو۔ فرماتے تھے کہ بعض لوگ رات کی عبادت میں احیائے لیل (شب بیداری) وغیرہ کی نیت کو دخل دیتے ہیں مجھ کو اُن کی کوتہ اندیشی پر تعجب ہوتا ہے ہم ہزار راتوں کی بیداری آدھی متابعت نبوی کے بدلے میں نہیں لیں گے۔ اعتکاف میں بیٹھتے وقت یارانِ حلقہ کو طلب فرما کر ارشاد کیا کہ دیکھو اعتکاف

کے لئے سوائے اتباع سنت کے اور کچھ نیت نہ کرنا۔ گوشہ نشینی اور خلوت
زینی کیا کام آئے گی ایک سنت کے ساتھ سو گرفتاریاں منظور۔ بغیر توسل
باع سنت کے ہزار گوشہ نشینیاں منظور نہیں ہے

آں را کہ در سرائے نگاریست فارغ ست

از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

اتے تھے کہ ہم کیا ہمارا عمل کیا جو کچھ عطا ہوا محض فضل و کرم سے مثالاً
ر کرم بہانہ چاہتا تھا تو وہ متابعت ہے سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ
لم کی میں اپنی کامیابی کا مدار اسی کو جانتا ہوں جو کچھ تھوڑا اور بہت مجھ کو ملا
تابعت سنت سے ملا اور جو نہیں ملا وہ اس وجہ سے نہیں ملا کہ بہ لحاظ بشریت
باعِ سنت میں کوتاہی ہوئی ہوگی اسی سلسلے میں فرمایا کہ ایک بار سہواً
بیت الخلاء میں سیدھا پاؤں پہلے رکھ دیا تھا اس روز بہت سے فیوض کا دروازہ
بند کر دیا گیا۔ یہ بھی ارشاد تھا کہ نظر کشفی سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم کو بدعت
کی تاریکی نے گھیر رکھا ہے اور اس میں سنت کرمکِ شب تاب کی طرح نظر آتی
ہے راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ آج سے تین سو برس پہلے کا ذکر ہے۔ وائے
ہمارے زمانے پر مستحبات ادا کرنے کا نہایت اہتمام فرماتے تھے۔ ایک روز مولٰنا

صاحب خلانی سے فرمایا کہ تھیلی میں سے چند لونگیں لے آؤ۔ وہ لائے تو شمار
میں چھ تھیں۔ غصہ ہو کر فرمایا کہ ہمارے صوفی کو خبر نہیں کہ اللہ وتر یحب الوتر
(اللہ طاق ہے اور طاق شمار کو دوست رکھتا ہے) طاق کی رعایت مستحب ہے
مستحب کو لوگوں نے کیا سمجھ لیا ہے۔ مستحب کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے جو
عمل خدا کو دوست ہو اس کے عوض میں اگر دنیا و آخرت دے دیں تو کچھ بھی
نہیں دیا۔ فرمایا کہ ہم کو استحباب کی رعایت کا اس قدر خیال ہے کہ وضو میں منہ
دھونے کے وقت یہ ارادہ رہتا ہے کہ پانی پہلے سیدھے رخسارہ پر پہونچے تاکہ دست راست سے شروع
کرنے کا استحباب ادا ہو جائے۔ پاس ادب اس درجہ ملحوظ تھا کہ ایک مرتبہ ایک حافظ فرش پر بیٹھے
ہوئے آپ کو قرآن شریف سنا رہے تھے۔ جس جگہ آپ کی نشست تھی وہاں فرش پر ایک بچھونا زائد تھا
آپ نے فوراً وہ بچھونا نکلوا دیا تاکہ حافظ کی نشست سے آپ کی نشست بہتر نہ ہو جائے۔ یارانِ حلقہ
کو کثرت و دوام ذکر اور حضور و مراقبہ کی تاکید اور تحریص فرماتے تھے اور یہ ارشاد
فرماتے کہ یہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت کی کھیتی باطن کی کاشتکاری کو رعایت
آداب اور اعمال ظاہر کے ساتھ ملا کر کام میں لگے رہو۔ باوجود فقہ اور اصول فقہ
میں مہارت ہونے کے نہایت احتیاط تھی کہ اکثر مسائل میں فقہ کی معتبر کتابوں
کی جانب رجوع فرماتے اور سفر و حضر میں فقہ کی معتبر کتابیں ساتھ رہتیں جب

فعل کے جواز اور عدم جواز میں فقہا کا اختلاف ہوتا آپ اس کو نہ کرتے اپنے تمام احباب کو علوِ ہمت - اتباعِ سنّت دوامِ ذکر اور حضورِ مراقبہ اور اخفائے حال کی تائید فرماتے - اسی طرح فقہ کی کتابیں دیکھنے اور علمائے دین سے مسائل فقہ کی تحقیق کرنے کی تاکید فرماتے - فرماتے سنّت اور بدعت کی تحقیق کرو نبوت کے زمانے سے بہت دوری ہو چکی ہے اس لئے بدعتوں کا اندھیرا دنیا کو گھیرے ہوئے ہے اس تاریکی میں نجات کا راستہ صرف سنّت کا چراغ دکھا سکتا ہے ۔ صحبتِ مبارک میں اکثر سکوت رہتا تھا - کبھی مسلمانوں کی غیبت یا عیب کا مجلس مبارک میں ذکر نہ ہوتا - اہل حلقہ ہیبت اور خوف کی وجہ سے دم نہیں مار سکتے تھے تمکین اور ثبات کا یہ عالم تھا کہ کبھی نعرہ یا چیخ زبان مبارک سے نہ نکلتی - آہ سرد بھی کبھی نہ کھینچتے - البتہ کبھی کبھی چشمِ حق بیں سے آنسوؤں کے چند قطرے رواں ہو جاتے تھے یا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا تھا -

دوپہر کا کھانا سب کے ساتھ مل کر اندر محل سرا میں نوش فرماتے اس کے بعد بہ نفسِ نفیس صاحبزادوں اور درویشوں کو کھانا بھجواتے - جو موجود نہ ہوتا اُس کا حصہ رکھا رہتا - تمام نمازیں اوّل وقت تازہ وضو کے ساتھ باجماعت ادا فرماتے تھے - بعد نمازِ عشا جلد استراحت فرماتے اور اُس وقت کلام کرنا پسند نہ تھا تہجد کے

واسطے کبھی نصف شب کے وقت اور کبھی ایک تہائی رات رہے بیدار ہوتے جمعہ کی نماز جامع مسجد میں اور عیدین کی عید گاہ میں ادا فرماتے۔ تراویح سفر اور حضر میں جماعت کے ساتھ ادا فرماتے۔ سفر میں سواری میں بیٹھ کر منہ پر چادر ڈال لیتے کہ نامحرم پر نظر نہ پڑے۔ تلاوت کلام مجید میں اس حالت میں مصروف رہتے۔ آیت سجدہ آجاتی تو سواری سے اُتر کر سجدہ فرماتے۔ نماز کے ادا کرنے میں انتہا کا اہتمام فرماتے۔ ارشاد تھا کہ لوگوں کو ریاضتوں اور مجاہدوں کی ہوس ہے کوئی ریاضت اور مجاہدہ اس سے بڑھ کر نہیں کہ نماز کے آداب کی رعایت کا اہتمام کیا جائے۔ خصوصاً فرض اور واجب اور سنّت نماز کے آداب کی۔ فرماتے تھے کہ میں نے بہت سے مرتاض اور پرہیزگار آدمیوں کو دیکھا ہے کہ احتیاط میں مصروف رہتے ہیں۔ مگر آداب نماز میں سستی کرتے ہیں۔ سوائے تراویح کے کوئی نماز نفل حضرت جماعت کے ساتھ ادا نہیں فرماتے تھے۔ اور اس سے منع فرماتے۔ ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھتے تھے اور ہر نیک و بد کے جنازہ کی نماز ادا فرماتے۔ مریض کی عیادت فرماتے اور مسنون دعائیں پڑھ کر اس پر دم فرماتے۔ زیارت قبور کے واسطے تشریف لے جاتے اور دعا و استغفار اہل قبور کے واسطے فرماتے۔ ابتداءً اپنے والد ماجد اور پیر بزرگوار کی قبر کو ہاتھ لگاتے تھے کہ فقہاء نے جائز رکھا ہے۔ آخر میں یہ عمل چھوڑ دیا تھا

اس لئے کہ فقہا سے منع کی روایت بھی آئی ہے۔ قبروں کے بوسے کو اچھا نہیں خیال فرماتے تھے۔ موتی سی استعانت کو جائز فرماتے تھے۔ دعوت قبول فرماتے بشرطیکہ ناجائز باتیں دعوت میں نہ ہوتیں۔ سماع اور رقص کی محفل میں شرکت نہ فرماتے۔ کسی درویش کا حال اگر سرمو بھی خلافِ شرع ہوتا تو اس کو قبول نہ فرماتے۔ ارشاد تھا کہ حال شریعت کے تابع ہے۔ شریعت حال کی پیرو نہیں۔ اس لئے کہ شریعت یقینی ہے کہ وحی سے ثابت ہے۔ حال ظنی ہے کہ کشف سے اور الہام سے ثابت ہوتا ہے۔ فرماتے تھے مجھے ان خام کار درویشوں پر تعجب آتا ہے جو اپنے کشف اور الہام کی بنیاد پر شریعتِ باہرہ کی مخالفت کی جرأت کرتے ہیں۔ باہمہ عظمت وشان اگر آج حضرت موسیٰ علیہ السّلام زندہ ہوتے تو وہ شریعت محمدیہ کی پیروی فرماتے اور بے سروسامان تہی دستوں کا کیا ذکر ہے۔ نبوّت کو ولایت سے افضل مانتے تھے اگرچہ اُسی نبی کی ولایت ہو۔ ارشاد تھا کہ طریقت اور حقیقت شریعت کے خادم ہیں۔ تمام صحابۂ کرام کو اولیائے کرام سے افضل مانتے تھے۔ کتب دینی مثلاً تفسیر بیضاوی۔ صحیح بخاری۔ مشکوٰۃ۔ عوارف اور بزدوی کا درس فرماتے آخر عمر میں اس میں کمی ہوگئی تھی۔ طلبار کو علوم دینیہ کی تحصیل کی ترغیب فرماتے ارشاد تھا کہ تحصیل علوم سلوک صوفیہ پر مقدم ہے۔ سفر کرنے میں مسنون ایام کا لحاظ رہتا۔ نجومیوں کی ساعتوں کی جانب توجہ نہ فرماتے۔ فرماتے تھے کہ حضرت سرور کائنات کی ولادت مبارک کے بعد نحوست عالم سے دور ہوگئی۔ الحمد اور استغفار کا ورد بکثرت فرماتے۔ تھوڑی نعمت پر بھی بہت سا شکر فرماتے

اگر کبھی ترک اولیٰ ہو جاتا تو استغفار کثیر فرماتے۔ مصیبت پیش آتی تو فرماتے کہ یہ ہمارے اعمال کی شامت ہے مگر بہت سے گناہوں کا صابون ہے۔ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ قید کی مصیبت حضرت پر کیوں نازل ہوئی فرمایا کہ ہمارے اعمال بد کے باعث ہے اور یہ آیۃ شریفہ تلاوت فرمائی مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ باوجود کثرت عمل اور عبادت کے یہی خیال غالب تھا کہ مجھ سے کچھ نہیں ہو سکا۔ اپنا قصور ہر وقت پیش نظر رہتا تھا۔ یہی تعلیم دوستوں کو بھی۔ فرماتے تھے خود پسندی عمل صالح کو اس طرح فنا کر دیتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ ارشاد تھا کہ اپنی خفیہ برائیوں کو پیش نظر رکھ کر اچھے اعمال سے بدگمان رہنا چاہیے۔ ایک روز صاحبزادہ کی روح کو ایصال ثواب کی نیت سے کھانا پکوایا تھا۔ کمال انکسار سے فرمایا کہ یہ ہمارا کھانا کیوں کر قبول ہوگا اس لئے کہ شرط قبول تقویٰ ہے۔ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ اللہ پرہیزگاروں سے قبول فرماتا ہے۔ اسی خیال میں تھے کہ ندا آئی اَنْتَ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ تم پرہیزگاروں میں شامل ہو۔ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں "مقصود ازیں گفتگو اظہارِ نعمتِ حق ست سبحانہ و ترغیبِ طالبان ایں طریقت نہ تفضیل خود۔ بر دیگراں بمعرفتِ حق جلّ و علا بر آں کس حرام ست کہ خود را از کافر فرنگ بہتر داند فکیف اکابر دین ؎

دلے چوں شمہ بر داشت از خاک ہزار بار بگزرانم سر ز افلاک

من آں خاکم کہ ابرِ نوبہاری کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زبانم چو سوسن شکرِ لطفش کے توانم

کسی نے مخلوق کی جفا اور ملامت کی شکایت کی تو تحریر فرمایا کہ خلق کی جفا اور ملامت گروہِ فقرا کے لئے جمال اور صیقلِ زنگار ہے اس سے ملول اور مکدر کیوں ہوتے ہو۔ جس زمانے میں فقیر قلعہ میں قید تھا معلوم ہوتا تھا کہ ملامت خلق کے دل بادل شہر اور دیہات سے نورانی سحاب بن بن کر برابر چلے آتے تھے۔ مدت تک تربیتِ جمالی سے راہ طے کی ہے اب تربیتِ جلالی سے منزلِ سلوک طے کرو۔ مقامِ صبر بلکہ مقامِ رضا میں ثابت قدم رہو جمال و جلال کو برابر مانو۔ تم نے لکھا ہے کہ جب سے فتنے کا ظہور ہوا نہ ذوق رہا نہ حال۔ ہونا یہ چاہیے کہ ذوق و حال دوگنا چوگنا ہو جفائے محبوب میں وفائے محبوب سے زیادہ لذت ہے۔ عوام الناس کی سی باتیں کرتے ہو یہ کیا بلا ہے محبت ذاتی سے دور مت ہو۔ جلال کو جمال سے بڑھ کر تصور کرو۔ انعام سے ایلام بہتر ہے۔ جمال و انعام میں محب کی خاطر کا بھی لگاؤ ہے۔ جلال و ایلام میں خالص مرادِ محبوب ہے۔ خاطرِ محب کا شائبہ نہیں۔ یہاں وقت اور حال پہلے سے بہتر ہے (یعنی قید میں) واللہ اعلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔

صاحبزادگانِ والا مراتب میں سے تین صاحبزادے مراتبِ کمال کو

پہونچے۔ حضرت خواجہ محمد صادق۔ آپ نے والد بزرگوار کی حیات مبارک میں رحلت فرمائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ خازن رحمت حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت عروۃ الوثقیٰ۔ خواجہ محمد معصوم قیوم ثانی حضرت کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور دریائے فیوض رواں فرمایا رضی اللہ عنہما باوجود زمانہ کثیر گزر جانے کے اب تک اولاد امجاد میں سلسلۂ ارشاد جاری ہے اور یہ بھی اس سلسلۂ عالیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔

صاحبزادگان والاتبار کے علاوہ بہت سے خلفاء مراتب عالیہ پر فائز ہوئے۔ قدس اسرارھم و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ط۔

اطلاع

یہ حالات زبدۃ المقامات مؤلفہ خواجہ محمد ہاشم بدخشانی اور سبحۃ المرجان مؤلفہ میر غلام علی آزاد بلگرامی سے ماخوذ ہیں رحمہما اللہ تعالیٰ۔ خواجہ محمد ہاشم دو سال تک خدمت بابرکت میں فیضیاب رہے تھے۔